

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں علم و ہنر کے ذریعہ خواتین کی (محمومت سے) رستگاری (Emancipation)

Emancipation of Women from Dependency Through Skill & Tech Development in Islamic Perspectives

ڈاکٹر راشدہ پروین *

مریم نورین **

Abstract

The World History is full of such events wherein women have been described to lead miserable life as dependents or even like slaves in past especially before the dawn of Islam. The reason for this deprivation was the social oppression and lack of encouragement for them to participate in the activities related to nation building. Just having ushered the Islamic Era, the circumstances totally changed and the women folk, in the first instance was brought out of the quagmire of the centuries old traditions and at the same time was appreciated to take part in fields of life side by side with the men of their society. The Islamic Teachings in general and the sayings of the Prophet Muhammad (ﷺ) in particular have always been very much supportive for the Muslim Women to adopt any profession or trade for earning their livelihood besides accomplishing several other social duties. Islam gave them freedom of expression, enhancement in knowledge, skill and professional expertise. Not to speak of the later eras only, even in the very beginning of the Islamic Caliphate, quite learned and professionally advanced women were very much there in the society. In this article some activities of some famous women's of early ages of Islam have been discussed which would become a source of encouragement for the new generation to rise up to the situation to accomplish their emancipation in true sense in Islamic Perspectives. Also it would provide some more materials for critical study in this regard in future for our coming generation.

Key Words: Dependency of Women, Emancipation, Empowerment, Skills, Islamic Teaching, Traditions

* چئیر پرسن، شعبہ علوم اسلامیہ، ویمن یونیورسٹی مردان۔

** PHD اسکالر شہید بینظیر وومن یونیورسٹی، پشاور۔

تاریخ کی ورق گردانی سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ کسی بھی معاشرے کے قیام اور تعمیر و تشکیل میں عورت نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ عورت کے بغیر انسانی نسل کی بقا و افزائش ممکن نہیں۔ اسلام کے مطابق، عورت و مرد دونوں ایک کل کے دو برابر برابر اجزاء ہیں۔ اس کل کا آدھا عورت ہے اور اس کا آدھا مرد۔ اس اعتبار سے یہ بات عین درست ہوگی کہ عورت کو نصف انسانیت کا لقب دیا جائے۔¹

مرد وزن ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں یعنی ایک دوسرے سے اس طرح جڑے ہوئے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کے نہ ہونے سے بھی کائنات پر نسل انسانی کا استحکام و نشوونما ممکن نہیں۔ ابتدائی دور (پتھر کے زمانے) سے لے کر ہر معاشرے کے قیام و تشکیل اور عروج و زوال (اتار چڑھاؤ) کے ارتقائی مراحل میں مرد کے ساتھ خواتین نے بھی اپنی شعوری حیثیت سے اہم کردار ادا کیا۔ خواتین گھریلو ذمہ داریوں سے لیکر ملکی نظم و نسق، علمی میدان، پارلیمنٹ، دفاعی و عسکری میدان کے علاوہ معاشی سرگرمیوں میں مردوں کے پیش پیش رہیں۔ اس لحاظ سے عورت معاشرے کا ایک ایسا ناگزیر عنصر ہے جس کی صلاحیتوں، عملی کردار اور ان کے مقام و حیثیت کو یکسر نظر انداز کرنا ممکن نہیں۔

تاہم علم التاریخ گواہ ہے کہ خواتین کی اس اہمیت کے باوجود وہ ابتدا ہی سے مرد کے ظلم و تعدی کا نشانہ بنی رہیں۔ عورت کو محکوم، کمتر اور گناہ کا سرچشمہ تصور کیا جاتا تھا۔ قانونی حقوق سے محرومی کے ساتھ ساتھ بعض مذاہب میں اس کے لیے مذہبی امور تک میں شامل ہونا ممنوع تھا۔ خواتین کے لیے میراث میں کوئی حصہ نہیں تھا۔ نہ ہی ان کو اپنی مرضی سے شادی کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ جسمانی قوت و طاقت کے باعث مرد خواتین پر غالب تھا۔ مرد کو کھلا معاشرہ ملا جس میں وہ جو چاہتا کرتا اس پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں لگائی جاتی تھی، جبکہ عورت کو گھر کی چار دیواری تک محدود کر کے ان پر طرح طرح کی پابندیاں لگائی گئیں جس کے منفی اثرات

(حکومت، کمزوری، خود اعتمادی کے فقدان اور بزدلی) نے ان کی شخصیت کو متاثر کیا۔ لہذا اس مقالہ کے توسط سے ہم بیان کریں گے کہ کس طرح سے خواتین نے، ”علم و ہنر“ کے ذریعے اس محکومیت سے نجات پائی اور عصر حاضر میں آیا ایسے ممالک اب بھی موجود ہیں جہاں خواتین محکوم ہیں اور ان کو مردوں کا سہارا لینا پڑتا ہے یا نہیں؟

عورت کی حیثیت قدیم معاشروں میں

ماہرین تاریخ نے قبل از اسلام کے معاشروں کے حالات کی ابتدا یونان سے کی ہے کیونکہ تاریخ میں یونانی تہذیب (Greek Civilization) ایک مثالی تہذیب گردانی جاتی ہے۔ عہدِ قدیم میں صرف اہل یونان کو ہی یہ شرف حاصل رہا ہے کہ انہوں نے تقریباً علوم و فنون میں نام پیدا کیا۔ لیکن اس کے باوجود گریونانی تہذیب کا گہرائی و گیرائی سے مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یونانی معاشرے میں عورت ایک ادنیٰ درجہ کی مخلوق سمجھی جاتی تھی۔ جو اخلاقی، قانونی، معاشی اور معاشرتی بلکہ آزادی اور حصولِ تعلیم تک سے محروم تھی۔ خواتین گھروں تک ہی محدود تھیں۔ باپ خاندان کا مذہبی اور قانونی سربراہ ہوتا اور ان کو یہ حق حاصل ہوتا کہ اپنی بیٹیوں کو فروخت کر دے، اسی طرح بھائی کو بھی بہنوں کو فروخت کرنے کا حق حاصل تھا۔ یونانی تہذیب میں عورت کی حیثیت اس قدر گر چکی تھی کہ وہ ایک بچہ پالنے والی اور لونڈی سمجھی جاتی تھی۔ شوہر کے لیے وہ گھریلو ساز و سامان سے بڑھ کر نہ تھی۔² روایات تمدنِ قدیم کے مصنف ”سید علی عباس جلاپوری“ رقمطراز ہے کہ:

”چنانچہ (یونانی) شاعر ہیزید نے عورت کو مجسم شر قرار دیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔! زوس³ نے عورت ایک برائی کی صورت میں انسان کو دی تھی۔“⁴

زمانہ قدیم میں یونانی تہذیب کی طرح رومی تہذیب میں بھی عورت کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ وہ ہر قسم کے مذہبی، قانونی، معاشی اور معاشرتی حقوق سے محروم تھی۔ کسی عہدہ کی اہل نہیں

سمجھی جاتی تھی اور نہ کسی معاملہ میں اس کی گواہی کا اعتبار کیا جاتا تھا۔ بقول ڈاکٹر حافظ محمد ثانی رومی تاریخ میں بعض مثالیں ایسی ملتی ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت کو زمرہ انسانیت ہی سے خارج سمجھتے تھے⁵۔ ”تاریخ اخلاقِ یورپ (History of European Morals) کے مصنف ایڈورڈ ہارڈ پول لیکمی کے مطابق:

“عورت کا مرتبہ رومی قانون نے البتہ ایک عرصہ دراز تک نہایت پست رکھا۔ خاندان کا افسر (سربراہ) باپ یا شوہر ہوتا۔ شوہر کو اپنی بیوی بچوں پر پورا اختیار حاصل تھا۔ اور وہ عورت کو جب چاہتا گھر سے نکال سکتا تھا۔ اور والد کو اس قدر اختیار حاصل تھا کہ اپنی لڑکی (بیٹی) کی شادی جہاں چاہے کر دے، بلکہ بعض اوقات تو وہ کی ہوئی شادی تک کو توڑ سکتا تھا۔ جب کہ بعد میں یہ حق باپ کی طرف سے شوہر کو منتقل ہو گیا اور اب اس کے اختیارات یہاں تک وسیع ہو گئے کہ وہ چاہے تو بیوی کو قتل تک کر سکتا تھا۔ ۵۲۰ سال تک طلاق کا کسی نے نام بھی نہیں سنا۔”⁶

ایرانی تہذیب کئی ادوار پر مشتمل یونان اور رومی تہذیبوں کی طرح قدیم تہذیبی مرکز ہے۔ مطالعہ تاریخ سے واضح ہوتا ہے کہ ایرانی معاشرہ بھی یونان و روم کی طرح عیش پرست اور اخلاقی و روحانی طور سے زوال پذیر تھا۔ ایرانی تہذیب میں بھی عورت کا استحصال کیا جاتا تھا۔ ان کی ذات میں انہیں کوئی اخلاقی قدر نظر نہیں آتی تھی یہاں تک کہ ماں، بیوی اور بیٹی کی تمیز بھی اٹھ گئی تھی۔⁷ تاریخ طبری میں ہے کہ پانچویں صدی عیسوی میں یزدجرد دوم نے اپنی بیٹی کو زوجیت میں رکھا جسے پھر قتل کر دیا تھا۔⁸ اس قسم کے تعلق کے بارے میں “ڈاکٹر حافظ محمد ثانی” اپنی تصنیف میں بحوالہ “پروفیسر ارتھر کر سٹن” بیان کرتے ہیں:

“کہ اس قسم کا رشتہ کوئی ناجائز فعل تصور نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ان کے ہاں عبادت اور ثواب کا درجہ رکھتا تھا۔ مشہور چینی سیاح ہون سیانگ کا بیان ہے کہ ایرانی قانون اور معاشرے میں ازدواجی تعلقات کے لیے کسی رشتہ کا بھی استثناء تھا۔”⁹

بنابریں عورت کی حیثیت، مقام و مرتبہ کو دنیا کے کائنات پر بسنے والے مختلف چاہے دور جاہلیت کے عرب، الہامی مذاہب (عیسائیت و یہودیت) یا پھر غیر الہامی مذاہب جیسے ہندومت، بدھ مت، جین مت وغیرہ کی تاریخ کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہی حقیقت اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ ان مذاہب میں عورت نہ تو صاحب حیثیت تھی نہ ہی صاحب جائیداد، آزاد اور خود مختار تھی۔ عورت کی کوئی قدر و قیمت، عزت و عصمت نہ تھی۔ عورت کی حیثیت ایک کنیز اور لونڈی سے بڑھ کر نہ تھی۔ ان کے کوئی حقوق نہیں تھے۔ گھروں کی چار دیواریوں میں قید کر دیا گیا تھا۔ میکے میں والد اور بھائی کے ماتحت زندگی گزارنی پڑتی جبکہ شادی کے بعد شوہر اور بیٹوں کی محکومیت میں چلی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ اپنی مرضی سے سانس تک نہیں لے سکتی تھی۔ یہودی مذہب میں عورت کو ناپاک اور گناہ کا سبب سمجھا جاتا ہے۔ اور بائبل کی تعلیمات کے مطابق مرد چونکہ عورت کی وجہ سے جنت سے نکالا گیا تھا اس وجہ سے عورت ہمیشہ مرد کی محکوم رہے گی۔ جب کہ عیسائی مذہب میں عورت کو شیطان کا آلہ سمجھا جاتا ہے۔

دین اسلام میں عورت کی حیثیت

عورت چونکہ انسانی تمدن کا مرکز و محور اور باغِ انسانیت کی زینت و حسن ہے، اس لیے دین اسلام نے اسے باوقار طریقے سے وہ تمام معاشرتی حقوق عطا کیے جس کی خواتین حقدار و مستحق تھیں۔ دین اسلام نے عورت کو گھر کی ملکہ قرار دیا، دیگر اقوام و تہذیبوں کے برعکس اسے اپنا ذاتی مال و ملکیت رکھنے کا حق دیا، شوہر سے نہ بننے کی صورت میں حقِ خلع دیا۔ نکاحِ ثانی کرنے کی اجازت دی، وراثت میں اس کو اس کا حصہ دلایا۔ اسے معاشرے کی قابلِ احترام ہستی قرار دیا اور اس کے تمام جائز قانونی، معاشی و معاشرتی حقوق کی نشاندہی کی۔¹⁰ بقول حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہ:

”ہم زمانہ جاہلیت میں خواتین کو کوئی شے نہیں سمجھتے تھے۔ (یعنی معاشرے میں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی)۔“

تاہم جب دین اسلام کی کریم منور ہوئیں تو قرآن و حدیث میں خواتین کا خصوصی ذکر ہوا جس سے یہ احساس ابھرنے لگا کہ جس طرح اس دنیا میں مرد کی حیثیت و اہمیت ہے بالکل اسی طرح خواتین بھی معاشرے کا اہم ترین رکن ہے جو انسانیت کا حسن ہے۔ جس طرح دین اسلام میں مردوں کے لیے تعلیم و ہنر اور زبان و غیرہ کا سیکھنا اہم ہے اسی طرح خواتین بھی برابر کی مستحق ہیں۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ¹¹
 ”علم کی طلب و تحصیل ہر مسلمان پر فرض ہے۔“

بخاری میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ وَمَعَهُ بِلَالٌ فَظَنَّ أَنَّهُ لَمْ يُسْمِعِ النِّسَاءَ فَوَعَّظَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ فَجَعَلَتِ الْمَرْأَةُ تُلْقِي الْقُرْطَ وَالْحَاتَمَ وَبِلَالٌ يَأْخُذُ فِي طَرْفِ ثَوْبِهِ¹²

”رسول اللہ ﷺ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے، پس آپ ﷺ کو گمان ہوا کہ عورتوں نے خطبہ اچھی طرح نہیں سنا، پھر آپ ﷺ نے انہیں الگ نصیحت فرمائی اور صدقے کا حکم دیا۔ (وعظ سنتے ہی) کوئی عورت بائی اور (کوئی عورت) انگوٹھی ڈالنے لگی اور بلال رضی اللہ عنہ کپڑے کے پلو میں رکھتے گئے۔“

واضح ہوا کہ مسلمانوں کی زندگی کا دار و مدار تعلیم اور دین سے واقفیت پر ہے اس لیے نبی کریم ﷺ نے اس حق کے حصول سے کسی (مرد و عورت) کو بھی مستثنیٰ قرار نہیں دیا اور خواتین کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی خصوصی توجہ فرمائی۔ جیسے اُمّ صُبَيْيَةَ سے مروی ہے کہ:

خَوْلَةَ بِنْتِ قَيْسِ الْجُهَنِيِّ قَالَتْ: كُنْتُ أَسْمَعُ خُطْبَةَ رَسُولِ اللَّهِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ¹³

”خولہ بنت قیس الجہنیہ کہتی ہیں کہ میں جمعہ کے دن نبی کریم ﷺ کا خطبہ سنتی تھی۔“

ان توجیہات کا نتیجہ تھا کہ دورِ نبوی ﷺ میں خواتین حصولِ علم کے میدان میں مردوں کے برابر چلتی نظر آتی ہیں۔ صحابیات کے علم کا بڑا ذریعہ ازواجِ مطہرات تھیں۔ صحابیات قابلِ وضاحت دینی توجیہات و مسائل کے لیے ازواجِ مطہرات کی طرف رجوع کرتی تھیں۔ بقول ابنِ قیم تقریباً بائیس صحابیات علومِ فقہ و فتویٰ میں مشہور و معروف تھیں۔ جن میں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کو فضیلت حاصل ہے۔ اور اسی مناسبت سے ان کو ”فقیہہ امت“ کا لقب ملا۔ عطاء بن ابی رباح سے مروی ہے کہ:

كانت عائشة أفضة الناس، وأعلم الناس، وأحسن الناس رأياً في العامة¹⁴

”اسی طرح ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا عقل و فہم میں ممتاز تھیں۔“

محمود بن لبید سے مروی ہے کہ:

كَانَ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْفَظْنَ مِنْ حَدِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثِيرًا وَلَا مِثْلًا لِعَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ¹⁵

”نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات احادیثِ نبوی ﷺ کی محزون تھیں، تاہم (حضرت) عائشہ اور (حضرت) ام سلمہ رضی اللہ عنہما کی کوئی ثانی نہ تھی۔“

زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا کے علم و فضل سے متعلق ابن سعد یوں لکھتے ہیں کہ:

وكانت من أفضه نساء أهل زمانها¹⁶

”وہ اپنے ہم عصر میں فقیہ عورت تھیں۔“

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ ابن حجر

عسقلانی کے مطابق:

كانت أم الدرداء الكبرى من فضلى النساء وعقلائهن، وذات

الرأى¹⁷

”ام الدرداء بڑی عاقلہ، فاضلہ اور صاحب الرائے تھیں۔“

ان کے علاوہ علم و فضل میں ام عطیہ انصاری، ام الدرداء صغریٰ، اخت المزنی صاحب الشافعی، فاطمہ بنت عباس البغدادیہ، زلیخا بن اسماعیل یوسف الشافعی وغیرہ کے نام نمایاں ہیں۔ تاہم تاریخی حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ دور صحابہ و تابعین کے بعد کے ادوار میں بھی مسلمان خواتین عالم، فاضل و شاعر، خطیب، سیاست دان، حکمران اور ہر فن میں باکمال رہیں۔ ابن حجر عسقلانی کی حالات زندگی کے ضمن میں امام سخاوی نے لکھا ہے کہ ان کے اساتذہ میں کئی خواتین بھی شامل ہیں جن میں فاطمہ بنت عبد الہادی، عائشہ بنت عبد الہادی اور عائشہ کی شاگردہ عمرہ بنت عبد الرحمن نمایاں ہیں۔ امام شافعی جیسے مذہبی آدمی نے اپنی تعلیم ایک خاتون نفیسہ² سے اور جلال الدین سیوطی نے بھی ایک خاتون آسیہ بیگم سے کتب پڑھی۔ اور اسی طرح محی الدین عزنی نے آمنہ بیگم کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا تھا۔¹⁸

ہنر کے ذریعہ خواتین کی محکومیت سے آزادی

تاریخ گواہ ہے کہ عورت نے محکومیت سے رستگاری (Emancipation) علم و ہنر کے ذریعہ حاصل کی، اور زندگی سے متعلقہ شعبوں میں مردوں کے ساتھ مل کر کام کیا۔ سماج اور قانون کی نظر میں یہ دونوں صنفیں ہر اعتبار سے یکساں حیثیت رکھتی ہیں۔ تاہم فطرت کے عام اصول کے مطابق عورت اور مرد کے درمیان تقسیم کار کا طریقہ رکھا گیا ہے۔ انسانی سرگرمیوں کے کچھ شعبے مرد سے متعلق ہیں اور کچھ شعبے عورت سے متعلق کیے گئے ہیں۔ دونوں کے لیے کامیابی یا ناکامی کا ایک ہی معیار ہے۔ انسانی سماج کی مجموعی ترقی کے لیے اس سے بہتر کوئی اور نظام نہیں¹⁹۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام نے مرد کی جسمانی قوت و طاقت کی وجہ سے خاندان کی معاشی کفالت مرد پر رکھی جب کہ گھر کی اندرونی ذمہ داریاں عورت پر رکھیں۔ تاہم اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ دین اسلام خواتین پر کسب معاش کے دروازے بند کرتا ہے۔ بلکہ قرآن و سنت کی رو سے

خواتین کو بھی معاشی جدوجہد کی اجازت دی گئی ہے، اور باقی حقوق کی طرح معاشی تگ و دو میں بھی ان کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ کہ:

﴿وَجَعَلْنَا فِيهَا رِوَاسِيَ مِّنْ فَوْقِهَا وَبَارَكْنَا فِيهَا وَأَفْقَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ آيَاتٍ سَوَاءٌ لِّلسَّائِلِينَ﴾²⁰

”اور بنائے اس (اللہ تعالیٰ) نے زمین کے اوپر پہاڑ اور برکت رکھی، اس (زمین) میں اور مقرر کیے اس میں سامان معیشت کو چار دن میں، جو طلب گاروں کے لیے برابر (یکساں) ہے۔“

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ﴾²¹

”اور تحقیق ہم ہی نے زمین میں تمہارا ٹھکانا بنایا اور ہم ہی نے تمہارے لیے اس (زمین) میں سامان معیشت پیدا کیے۔“

مذکورہ بالا آیات سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ دین اسلام میں وسائل رزق صرف مردوں تک ہی محدود نہیں ہیں، بلکہ دین اسلام زندگی کی باقی شعبوں کی طرح معاشی دائرہ کار میں بھی مرد و زن کو یکساں مواقع فراہم کرتا ہے؛ کہ ہر ایک اپنی استعداد کے مطابق اپنے لئے اپنے حصے کا رزق تلاش کرے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

﴿وَلَا تَنْسَوْنَ نَصِيبَكُمْ مِنَ الدُّنْيَا﴾²²

”اور نہ تم بھولو دنیا میں اپنے حصے کو۔“

تاریخ کے درپچوں میں ایسے شواہد و واقعات ملتے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عہد نبوی ﷺ اور ما بعد کے ادوار میں خواتین کو نہ صرف معاشی جدوجہد کا حق حاصل تھا بلکہ ان کو پورے مواقع فراہم کیے جاتے تھے۔ خواتین مختلف معاشی سرگرمیوں اور کاروبار میں حصہ لیا

کرتی تھیں۔ جن سے وہ اپنی ذاتی اور خاندانی ضروریات کو پورا کرتی تھیں۔ ڈاکٹر یسین مظہر صدیقی اپنی تصنیف میں اس کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں کہ:

“روایات کے مطابق عرب کے جاہلی معاشرے میں عورتوں کو کسبِ معاش کے چاروں ذرائع تجارت، زراعت، دستکاری اور مزدوری واجرت اختیار کرنے کی آزادی حاصل تھی اور وہ حقیقت میں ان کے ذریعہ مال و دولت کماتی تھیں۔ صرف پیٹ بھرنے کی حد تک نہیں اور نہ صرف تن ڈھانکنے اور سر چھپانے کی حد تک بلکہ باقاعدہ دو تلمندی کے حصول کے لیے بھی۔ یہ حق و آزادی اور واقعہ تاریخی عہدِ نبوی کے مکی اور مدنی دور میں بھی استوار رہا اور خواتین ان چاروں ذرائع سے آمدنی حاصل کرتی اور دولت جمع کرتی رہیں”²³

ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

سُنِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْكَسْبِ أَطْيَبُ؟ قَالَ: «عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِهِ، وَكُلُّ بَيْعٍ مَبْرُورٌ»²⁴

“نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا کہ آدمی کی سب سے پسندیدہ (پاکیزہ و حلال) کمائی کون سی ہے؟ تو فرمایا! آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر وہ تجارت جو نیکی اور بھلائی پر مشتمل ہو۔”

دوسری جگہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے کہ:

«عَمَلُ الْأَبْرَارِ مِنَ الرِّجَالِ الْخِيَاطَةُ، وَعَمَلُ الْأَبْرَارِ مِنَ النِّسَاءِ الْمِعْزَلُ»²⁵

“نیک آدمی کے لیے بہترین عمل (مشغلہ) تیراکی ہے اور نیک عورت کے لیے اچھا عمل (مشغلہ) کاٹنا (سلائی کڑھائی) ہے۔”

تاریخ کی ورق گردانی سے عیاں ہوتا ہے کہ کائنات پر ہنر و دستکاری کی ابتدا حضرت آدم و حوا علیہم السلام نے کی تھی۔ تاریخ طبری کے مطابق انھوں نے ایک دنبہ لیا جس کی اون کو حوا علیہ السلام نے کاٹا اور دونوں نے مل کر اس سے لباس بنایا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے لیے ایک

جبہ تیار کیا اور حضرت حوٰئے اپنے لیے ایک دوپٹہ اور چادر تیار کی²⁶۔ اسی طرح دورِ نبوی ﷺ میں بعض صحابیات ہاتھوں سے چیزیں بنا کر کماتی تھیں (یعنی دستکاری کا کام کرتی تھیں) جیسے:

زینب بنت جحش

وَكَانَتْ زَيْنَبُ بِنْتُ جَحْشٍ امْرَأَةً صَنَاعَ الْيَدِ فَكَانَتْ تَدْبِعُ وَتَحْرِرُ
وَتَتَصَدَّقُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ²⁷

”زینب بنت جحش (ام المؤمنین) رضی اللہ عنہا ایک دستکار خاتون تھیں۔ طرح طرح کی چیزیں (اپنے ہاتھوں سے) تیار کر کے ان کو فروخت کر دیتیں۔ اور جو آمدنی حاصل ہوتی اس کو اللہ کی راہ میں خیرات کر دیتیں۔“

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

جَاءَتْ امْرَأَةٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِبُرْدَةٍ مَنْسُوجَةٍ
فِيهَا حَاشِيَتَاهَا. قَالَ سَهْلٌ: وَتَذْرُونَ مَا الْبُرْدَةُ؟ قَالُوا: الشَّمْلَةُ. قَالَ:
نَعَمْ هِيَ الشَّمْلَةُ. فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ نَسَجْتُ هَذِهِ الْبُرْدَةَ بِيَدِي
فَجِئْتُ بِهَا أَكْسُوكَهَا. قَالَ: فَأَخَذَهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مُحْتَاجًا إِلَيْهَا²⁸

انصاری خاتون

تاریخ میں بعض خواتین کے ماتحتوں (غلام، کاریگروں) کا ذکر ملتا ہے جو اپنی مالکہ کے لیے چیزیں بنا کر فروخت کرتے اور آمدنی ان کے مالکوں کو ملتی۔ اسی ضمن میں ایک انصاری خاتون سے متعلق بیان ہوا ہے کہ:

أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا
رَسُولَ اللَّهِ أَلَا أَجْعَلُ لَكَ شَيْئًا تَفْعُدُ عَلَيْهِ فَإِنَّ لِي غُلَامًا نَجَارًا قَالَ
إِنْ شِئْتِ قَالَ فَعَمِلْتُ لَهُ الْمِنْبَرَ²⁹

“انصار کی ایک خاتون نبی کریم ﷺ سے کہتی ہے کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا میں آپ کے لیے کوئی ایسی چیز نہ بناؤں؟ جس پر آپ ﷺ بیٹھے رہیں۔ میرا غلام بڑھئی ہے (آپ ﷺ نے) فرمایا جیسے تم چاہو۔ منبر بنا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔”

زینب بنت عبد اللہ الثقفی

زینب بنت عبد اللہ الثقفی (زوجہ عبد اللہ بن مسعود) ایک دستکار خاتون تھیں۔ جو چیزیں بنا کر فروخت کرتی اور اپنے زیر کفالت بچوں اور شوہر پر خرچ کرتی تھیں۔³⁰

زَيْنَبُ امْرَأَةٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، تَسْأَلُكَ عَنِ النَّفَقَةِ عَلَى أَرْوَاحِهِمَا
وَأَيْتَانِ فِي حُجُورِهِمَا، أَيْجِزِي ذَلِكَ عَنْهُمَا مِنَ الصَّدَقَةِ؟ فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَعَمْ لَهُمَا أَجْرَانِ: أَجْرُ الْقَرَابَةِ،
وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ³¹

اہل عرب میں تجارت پیشہ بہت اہمیت کا حامل تھا۔ دور جاہلیت اور دور نبوی ﷺ میں مرد و خواتین اس پیشہ سے منسلک تھے۔ جو مختلف سطحوں پر مختلف چیزوں کی تجارت کیا کرتے تھے۔ ذیل میں ایسی چند خواتین کا ذکر کیا جا رہا ہے جو اس پیشہ سے منسلک تھیں۔

حضرت خدیجہ بنت خویلد

تجارت پیشہ خواتین میں ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نام سرفہرست ہے۔ آپ کا شمار مکہ کے دولت مند لوگوں میں ہوتا تھا۔ ان کا مال تجارت بین الاقوامی مراکز شام اور یمن کے علاوہ عرب کے مختلف میلوں میں بھی جاتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا لوگوں کو اجرت و شراکت پر مال دیا کرتی تھی۔ ان سے متعلق ابن الاثیر لکھتے ہیں کہ:

كَانَتْ خَدِيجَةَ امْرَأَةً تَاجِرَةً ذَاتَ شَرَفٍ وَمَالٍ، تَسْتَأْجِرُ الرِّجَالَ فِي
مَالِهَا تَضَارِبُهُمْ³²

“خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک تاجرہ، شریف (معزز) اور مالدار خاتون تھیں، تجارت (خرید و فروخت) کرتی تھیں (مختلف) لوگوں (تاجروں) سے مضارت و اجرت کی بنیاد پر۔”

قبیلہ انماریتہ

حضرت قیلہ انمار یہ رضی اللہ عنہا ایک تاجرہ خاتون تھی۔ اسد الغابۃ میں مذکور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے خرید و فروخت کے اصول دریافت کرتے ہوئے کہتی ہے:

یا رسول اللہ ، إني امرأة أشترى وأبيع، فربما أردت أن أبيع السلع فأستام بها أكثر ما أريد أن أبيعها، ثم أنقص حتى أبيعها بالذی أريد

وإذا أردت أن أشترى السلعة أعطيت بها أقل ما أريد أن آخذها به، حتى آخذها بالذی أريد، فقال النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " لا

تفعلى قبيلة³³

“یا رسول اللہ ﷺ میں ایک خرید و فروخت کرنے والی تاجرہ خاتون ہوں، جب میں کسی چیز کے بیچنے کا ارادہ کرتی ہوں تو جس قیمت پر میں بیچنا چاہتی ہوں اس سے زیادہ دام (قیمت) بتاتی ہوں اور بھاؤ تاؤ کے بعد اپنے مطلوبہ قیمت پر بیچ دیتی ہوں۔

اسی طرح جب میں (کچھ) سامان خریدنا چاہتی ہوں تو جس قیمت پر میرا خریدنے کا ارادہ ہوتا ہے اس سے کم قیمت لگاتی ہوں اور جب وہ مشتری (بیچنے والا) مطلوبہ قیمت لگاتا ہے تو میں خرید لیتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا! قیلہ ایسا نہ کرو۔”

اسی طرح حضرت نبھان التمار رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کتب تاریخ میں بیان کیا جاتا ہے کہ کھجور کی تجارت کیا کرتے تھے۔ اور ان سے ایک خاتون کھجور خرید کر بھیجا کرتی تھی۔

أنته امرأة حسناء جميلة تبیع منه تمرا³⁴

“آتی تھی ان (نبھان التمار) کے پاس (ایک) اچھی اور پیاری سی خاتون جو ان سے کھجور خرید کرتی تھی۔”

اسی طرح بعض صحابیات اجرت پر بھی کام کیا کرتی تھیں جیسے:

بسرۃ بنت غزوان

وكانت قد استأجرت في العهد النبوي، التي كان أبو هريرة
أجبرها ثم تزوجها³⁵

“دور نبوی ﷺ میں اجرت پر کام کرتی تھی۔ اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
بھی اجرت دیا کرتے تھے اور پھر ان سے شادی کر لی۔”

اسی طرح جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ کو طلاق ہو گئی تھی دوران عدت
وہ کھجور کے کھیت میں کام کرتی تھی۔ عدت کے دوران ان کے کام کرنے کو لوگوں نے برا کہا تو نبی
کریم ﷺ نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا!

«بَلَىٰ فُجِدِّي نَحْلِكَ، فَإِنَّكَ عَسَىٰ أَنْ تَصَدَّقِي، أَوْ تَفْعَلِي مَعْرُوفًا»³⁶
“آپ باہر جا کر کھیتوں میں کام کاج کیا کریں اور کھجور کے درخت کاٹا کریں تاکہ اس آمدنی
سے صدقہ کریں یا بھلائی کا کوئی اور کام کر سکیں۔”

سہل بن سعد سے مروی ہے کہ:

كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَىٰ أَرْبَعَاءَ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سَلْفًا³⁷
“ہمارے یہاں ایک خاتون تھیں جن کی اپنی کھیتی تھی وہ نالیوں کے اطراف میں چقدر کی
کاشت کیا کرتی تھیں۔”

بعض خواتین دستکاری اور کاشتکاری کے علاوہ عطر فروشی کا کاروبار کیا کرتی تھیں۔ تاریخ
ایسی خواتین کی نشاندہی کرتا ہے۔ جیسے:

اسمانت مخربہ

اسمانت مخربہ جو ابو جہل مخزومی کی والدہ تھی دور جاہلیت اور دور نبوی ﷺ میں عطر
بیچنے کا کام کرتی تھی۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ:

فِي زَمَنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَكَانَ ابْنُهَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي رَبِيعَةَ
يَبْعَثُ إِلَيْهَا بِعِطْرٍ مِنَ الْيَمَنِ وَكَانَتْ تَتَّبِعُهُ إِلَى الْأَعْطِيَةِ³⁸
“عمر بن خطاب کے دور میں ان (اسماء بنت مخزوم) کا بیٹا عبد اللہ بن ربیعہ یمن سے ان کو عطر
بھجوایا کرتے تھے جسے وہ فروخت کرتی تھیں۔”

الحولاء العطارۃ

حضرت حولاء رضی اللہ عنہا بھی ایک مشہور عطر فروش تھی۔ اور اسی مناسبت سے ان کو “العطارۃ” کا لقب ملا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ ایک دن حضرت حولاء اپنے شوہر کی شکایت لے کر آتی ہے۔ جب نبی کریم ﷺ گھر میں داخل ہوتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ:
 اِنِّیْ لِأَجْدِ رِیْحَ الْحَوْلَاءِ، فَهَلْ أَتْتِکُمْ؟ هَلْ ابْتَعْتُمْ مِنْهَا شَیْئًا؟ " قالت عائشۃ: لا، واللہ یا رسول اللہ، ولكن جاءت تشکو زوجها³⁹
 “مجھے حولاء کی خوشبو آرہی ہے، کیا وہ تمہارے پاس آئی ہے؟ کیا آپ نے ان سے کچھ خریداری کی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا! نہیں، اللہ کی قسم یا رسول اللہ ﷺ اور وہ (حضرت حولاء) اپنے شوہر کی شکایت لے کر آئی ہے۔”

ملیکہ ام السائب بن الأقرع الثقفیہ

حضرت ملیکہ ام سائب رضی اللہ عنہا ایک عطر فروش خاتون تھی۔ ان کے بیٹے سائب بن اقرع الثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أَنْ أُمَّهُ مَلِیْکَةُ دَخَلَتْ تَبِیْعَ الْعَطْرِ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهَا: "يَا مَلِیْکَةُ، أَلَيْكَ حَاجَةٌ؟" قَالَتْ: "نَعَمْ قَالَ: " فَكَلِمَتِي فِيهَا أَقْضَاهَا لَكَ"، فَقَالَتْ: لا، واللہ لا إلا أَنْ تَدْعُو لَابْنِي وَهُوَ مَعَهَا، وَهُوَ غَلَامٌ فَأَتَاهُ فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ، وَدَعَا لَهُ⁴⁰

“کہ ایک دفعہ میری ماں ملیکہ خدمتِ رسول ﷺ میں عطر بیچنے کے ارادے سے حاضر ہوئی۔ نبی کریم ﷺ نے خریداری کے بعد ان (حضرت ملیکہ) سے ان کی ضرورت و حاجت کے بارے میں دریافت فرمایا۔ انھوں نے عرض کیا کہ حاجت تو کوئی نہیں لیکن میرا چھوٹے بچے کے لیے جو میرے ساتھ ہے دعا فرمادیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی۔”

عمرہ بنت الطیخ

عَمْرُو بْنُ شَوْذَبٍ عَنْ [عَمْرَةَ بِنْتِ الطَّيِّخِ قَالَتْ: انْطَلَقْتُ مَعَ جَارِيَةٍ لَنَا إِلَى السُّوقِ فَاسْتَرَيْنَا جَرِيئَةً فِي زَبِيلٍ قَدْ حَرَجَ رَأْسُهَا وَذَنَبُهَا مِنَ الزَّبِيلِ. فَمَرَّ عَلَيَّ فَقَالَ: بِكُمْ هَذِهِ؟ إِنَّ هَذَا لَكَثِيرٌ طَيِّبٌ يَشْبَعُ مِنْهُ الْعِيَالُ⁴¹

“عمر و بن شوذب سے مروی ہے کہ عمرہ بنت طیخ نے کہا! ایک مرتبہ میں اپنی خادمہ کے ہمراہ بازار جا کر مچھلی خریدی اور اس کو ایک ٹوکری میں رکھا۔ ٹوکری چونکہ چھوٹی تھی اس وجہ سے اس (مچھلی) کا سر اور دم باہر نکلے ہوئے تھے۔ (خلیفہ چہارم) حضرت علی رضی اللہ عنہ (وہاں سے) گزر رہے تھے تو انھوں نے (مچھلی) کی قیمت دریافت کی اور اس کی تعریف کی کہ یہ بڑی بھی ہے اور نفیس بھی ہے۔ اس سے گھر کے تمام افراد سیر ہو کر کھا سکتے ہیں۔”

علاوہ ازیں تاریخ میں ایسی بے شمار خواتین کا تذکرہ ملتا ہے کہ جنہوں نے ضرورت کی بنا پر مختلف شعبہ جات میں اپنی خدمات سر انجام دیں۔ اور مردوں کے شانہ بشانہ کام کیا۔ چاہے وہ کسب معاش کے شعبہ جات ہوں، طب کا میدان ہو، سیاست کا میدان ہو یا پھر جنگ کا میدان ہو۔ جہاں جہاں خواتین اپنی خدمات پیش کر سکتی تھیں وہاں خواتین نے نمایاں کردار ادا کیا۔

شعبہ طب میں خواتین کا کردار

دور نبوی ﷺ میں ایک اہم شعبہ جہاد اور زخمی مجاہدین کی تیمارداری اور ان کی دوا کا تھا۔ اس میں بھی خواتین اسلام پیش پیش نظر آتی ہیں۔ تمام غزوات نبوی ﷺ میں جو خواتین شریک ہوئیں انھوں نے بلا استثنا مجاہدین کی خدمت اور زخمیوں کے علاج و معالجہ کو مقصد شریعت بنایا تھا۔ ان خواتین میں سب سے اہم نام طبیب و جراح حضرت رفیدہ انصاریہ کا ہے۔ ان کی عظمت

شان اور مہارت فن کا ثبوت یہ ہے کہ ان کا خیمہ مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں لگوا یا گیا تھا۔ آپ مسلمان زخمیوں کا علاج کرتی اور ان کی خدمت کو باعث ثواب سمجھتی۔ ابن الاثیر کے مطابق:

فكانت تداوى الجرحى، وتحتسب بنفسها على خدمة من كانت به ضيعة من المسلمين، وكان رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يمر به فيقول: " كيف أمسيت وكيف أصبحت؟ " فيخبره⁴²

تاریخ میں بطور جراح و طبیب میں حضرت ام سنان اسلمی رضی اللہ عنہا کا نام خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ان کے پاس خاندان کی ایک خاص دوا تھی جس سے وہ زخمیوں اور بیمار یوں کا علاج کرتی تھیں اور وہ ٹھیک ہو جاتے تھے۔⁴³ ان کے علاوہ کعبہ بنت سعد بھی نبی کریم ﷺ کے ساتھ غزوہ خیبر میں شریک ہوئی تھیں۔ وہ باقاعدہ طبیب و جراح تھیں۔ الطبقات الکبریٰ میں ان کے بارے میں مذکور ہے کہ:

كانت تكون في المسجد لها خيمة تداوى المرضى والجرحى⁴⁴

سیاست کے میدان میں خواتین

دور نبوی ﷺ اور مابعد کے ادوار سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ باقی شعبہ جات کے علاوہ سیاست کے میدان میں بھی خواتین نے اپنا کردار بطور، "مشیر، سفیر اور انتظامی عہدوں پر تقرری" کے ادا کیا۔ تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض دفعہ آپ ﷺ خواتین سے مشورہ کرتے اور وہ ایسا مشورہ یارائے دیتیں جس کو آپ ﷺ قبول فرما لیتے۔

كان النبي يستشير حتى المرأة فتشیر عليه بالشيء فيأخذ به⁴⁵

اس کی واضح مثال صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ کا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے مشورے پر عمل کرنا ہے۔ جب معاہدہ ہونے کے بعد نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا کہ اب حدیبیہ سے واپس مدینہ لوٹنا ہے اس لیے قربانی کے جو جانور اپنے

ساتھ لائے ہو وہ یہاں ہی ذبح کر کے سر منڈوا لو۔ لیکن کوئی بھی صحابی اس کے لیے تیار نہیں تھا۔ تب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کو ان الفاظ میں مشورہ دیا کہ:

اخرج أنت يا رسول الله فاذبح هديك واحلق رأسك، والناس يتبعونك يا رسول الله، فخرج ففعل ذلك، فبادر الناس إلى موافقته⁴⁶

”آپ ان کی طرف تشریف لے جائیں اور کسی سے کچھ نہیں کہیں بلکہ ذبح کیجیے اپنی قربانی کا اونٹ اور اپنا سر منڈوا لیجیے۔ یا رسول ﷺ (یہ دیکھتے ہوئے) سب لوگ آپ کی پیروی میں ایسا ہی کریں گے۔ پس آپ ﷺ ان کی طرف تشریف لے گئے اور ویسا ہی کیا اور لوگوں نے آپ ﷺ کی موافقت کی۔“

اسی طرح خلفائے راشدین کے ادوار میں بھی ریاستی معاملات میں خواتین کی شمولیت اور ان کی رائے کا احترام کیا جاتا تھا۔ حضرت شفاء بنت عبد اللہ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں بازار کے امور کی نگرانی سونپی تھی۔ جس کی تصدیق ذیل کے متن سے بخوبی ہو جاتی ہے۔

كان عُمَرُ بن الخطاب يقدمها في الرأي ويرضاها ويفضلها،
وربما ولاها شيئا من أمر السوق⁴⁷

اسی طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت ام کلثوم بنت

علی بن ابی طالب کو ملکہ روم کے دربار میں بطور سفیر بھیجا تھا۔

بعثت أم كلثوم بنت علي بن أبي طالب إلى ملكة الروم بطيب ومشارب وأحفاش من أحفاش النساء ودسته إلى البريد فأبلغه لها وأخذ منه وجاءت امرأة هرقل وجمعت نساءها وقالت هذه هدية امرأة ملك العرب وبنت نبيهم⁴⁸

”ام کلثوم بنت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہا کو ملکہ روم کے پاس خوشبو، مشروبات اور عورتوں کے سامان رکھنے والے صندوقے ڈے کر بھیجا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے استقبال

کے لیے زوجہ ہر قل آئی اور اپنے ساتھ (ملک روم) کی کچھ خواتین کو جمع کیا اور کہا! یہ تجھے عرب کے بادشاہ کی بیوی اور ان کے نبی کی بیٹی لیکر آئی ہیں۔”

دیکھا جائے تو دور نبوی ﷺ اور خلفائے راشدین کے ادوار کے بعد بھی تقریباً ہر دور میں مسلمان خواتین نے سیاست کے میدان میں اپنی خدمات کے ذریعہ رہتی دنیا تک کے لیے مثالیں قائم کیں۔ دورِ جدید میں پاکستانی خواتین سیاست سے متعلقہ شعبہ جات یعنی پارلیمنٹ، صحافت، سفارت کاری، ترجمان، سیکرٹری، اسپیکر کے علاوہ ڈاکٹر، نرس، دائی، انجینئر، درس و تدریس، دفتری امور، وکالت اور سلائی کھڑائی جیسے مختلف شعبوں میں فرائض انجام دے رہی ہیں۔ جن میں فاطمہ علی جناح اور بینظیر بھٹو، رعنا لیاقت علی خان، بیگم ذکیہ شاہنواز کے نام قابل ذکر ہیں۔ تاہم ان کے علاوہ بھی کئی خواتین نے ملک و قوم کی خدمت و اصلاح میں بھرپور کردار ادا کیا جن میں ملکہ زبیدہ کے علاوہ بیگم شائستہ اکرام اللہ، بیگم زری سرفراز کے نام سرفہرست ہیں۔

خلاصہ بحث

ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام تر شعبوں میں (ملکی اور غیر ملکی سطحوں پر) ایسے بامقصد و متبادل سرگرمیوں کا آغاز کیا جائے جن میں بالخصوص خواتین کے لیے تعمیر و تخلیقی مواقع فراہم کیے جاسکیں۔ ایسا ماحول فراہم کیا جائے جس میں خواتین اپنی صلاحیتیں بروئے کار لا کر معاشی استحکام حاصل کر کے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضروریات کو پورا کر سکیں۔ سمینار زاور میڈیا کے ذریعے لوگوں میں آگاہی اور شعور پیدا کیا جائے کہ مرد و زن جسمانی قوت و طاقت میں مختلف ضرور ہیں لیکن حقوق، مقام و مرتبہ، عزت و احترام اور صلاحیتوں میں ان کے مابین کوئی تفریق نہیں ہے۔

حوالہ جات

¹ وحید الزمان (مولانا)، عورت معمارِ انسانیت، گڈورڈ بکس، نظام الدین ویسٹ مارکیٹ، نیو دہلی انڈیا، 19 جولائی 2003ء، ص 52۔

- 2 محمد ثانی (ڈاکٹر، حافظ)، محسن انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق (خطبہ حجۃ الوداع سے استشہاد)، دارالاشاعت اردو بازار، ایم اے جناح روڈ کراچی۔ پاکستان، 1999ء، ص 303۔ خالد علوی (ڈاکٹر)، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل ناشران و تاجران کتب، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور، نومبر 2003ء، ص 262۔
- 3 قدیم یونانیوں کا مذہب کثرت پرستی کا شکار تھی۔ اُن کا سب سے بڑا دیوتا ”زوس“ تھا۔ جو بادلوں کو اکٹھا کرتا اور برق و رعد کے نیزے سے انھیں چھید کر مینہ برساتا تھا۔ اس کے دو بھائی ”ہیڈیس اور پوزی دوں“ تھے۔ اس کی بیوی کا نام ہیرا تھا۔ زوس کی اولادِ نرینہ میں ایریس، اپالو، ہر میس اور ہی فیسٹس تھے۔ انتھینا، افرودائی اور آریس اس کی بیٹیاں تھیں۔ زوس مختارِ مطلق تھا۔ البتہ تقدیر کی تین دیویوں پر اس کا بھی تصرف نہیں تھا۔ (دیکھیں: جلاپوری، سید علی عباس، روایات تمدنِ قدیم، خرد افروز پوسٹ، ندیم پرنٹرز، جہلم پاکستان 1991ء، ص 120۔)
- 4 نفس مصدر، ص 122۔
- 5 محمد ثانی (ڈاکٹر، حافظ)، محسن انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق (خطبہ حجۃ الوداع سے استشہاد)، ص 309۔
- 6 لیکچر، ایڈورڈ ہارٹ پول (1838ء تا 1903ء)، تاریخ اخلاق یورپ (اردو)، مترجم عبدالماجد، انجمن ترقی اردو اورنگ آباد۔ دکن، ط/ 1932/2ء، ج دوم، ص 265۔
- 7 خالد علوی (ڈاکٹر)، اسلام کا معاشرتی نظام، ص 262۔
- 8 طبری، ابی جعفر محمد بن جریر، تاریخ طبری (اردو ترجمہ تاریخ الامم والملوک)، مترجم محمد اصغر مغل (مولانا)، انجاز احمد صدائی (مولانا)، دارالاشاعت، اردو بازار، ایم اے جناح روڈ کراچی، پاکستان، 2003ء، ج 3، ص 138۔
- 9 محمد ثانی (ڈاکٹر، حافظ)، محسن انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق (خطبہ حجۃ الوداع سے استشہاد)، ص 313۔
- 10 نفس مصدر، ص 396۔
- 11 ابن ماجہ، أبو عبد اللہ محمد بن یزید القزوی (المتوفی 233ھ)، سنن ابن ماجہ، تحقیق نواد عبدالہادی، دار احیاء الکتب العربیہ، رقم الحدیث 222، ج 1، ص 151۔
- 12 بخاری، أبو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ (المتوفی 256ھ)، صحیح بخاری، تحقیق محمد زہیر بن ناصر الناصر، دار طوق النجاة، ط/ 1422ھ، باب کتاب بدء الوجود، رقم الحدیث 98، ج 1، ص 35۔
- 13 ابن سعد، أبو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الهاشمی بالولاء، البصری، البغدادی (المتوفی 230ھ)، الطبقات الکبری، تحقیق محمد عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیہ۔ بیروت، ط/ 1121ھ۔ 1990م، رقم الترجہ 2250، ج 8، ص 229۔
- 14 ابن حجر عسقلانی، أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد (المتوفی 852ھ)، الإصابة فی تمییز الصحابة، تحقیق عادل أحمد عبدالموجود، باب برة بنت غزوان، ج 8، ص 233۔ ابن سعد، الطبقات الکبری، ج 8، ص 39۔

- 15 ابن سعد، الطبقات الكبرى، ج ۲، ص ۳۷۵۔
- 16 ابن الاثیر، أبو الحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد (المتوفی ۶۳۰ھ)، أسد الغابۃ فی معرفة الصحابة، تحقیق علی محمد معوض، عادل احمد عبدالموجود، دارالکتب العلمیہ، ۱۳۱۵ھ۔ ۱۹۹۳م، باب زینب بنت ابی سلمیہ، ج ۳، ص ۳۶۰۔
- 17 ابن حجر عسقلانی، الإصابة فی تمييز الصحابة، باب خیرة بنت ابی حدرد، ج ۸، ص ۱۲۳۔
- 18 محمد ثانی (ڈاکٹر، حافظ)، محسن انسانیت ﷺ اور انسانی حقوق (خطبہ حجۃ الوداع سے استشہاد)، ص ۴۰۱۔
- 19 وحید الزمان (مولانا)، عورت معمارِ انسانیت، ص ۲۰۲۔
- 20 القرآن، سورۃ فصلت: ۱۰۔
- 21 نفس مصدر، سورۃ الأعراف: ۱۰۔
- 22 نفس مصدر، سورۃ القصص: ۷۷۔
- 23 صدیقی، محمد یلین مظہر (ڈاکٹر)، نبی اکرم ﷺ اور خواتین ایک سماجی مطالعہ، مکتبہ رحمانیہ (مجلس تحقیق اسلامی) ماڈل ٹاؤن۔ لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۱۳۰، ۱۳۹۔
- 24 الشیبانی، أبو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل (المتوفی ۲۴۱ھ)، مسند الامام احمد بن حنبل، تحقیق شعیب الارنؤوط۔ عادل مرشد، مؤسسۃ الرسالۃ، ط ۱/۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۱م، باب حدیث ابی بردۃ بن نیار، رقم الحدیث ۱۵۸۳۶، ج ۲۵، ص ۱۵۷، ابن ابی شیبہ، أبو بکر، عبد اللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان (المتوفی ۲۳۵ھ)، الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار، تحقیق کمال یوسف الحوت، مکتبۃ الرشید۔ الریاض، ط ۱/۱۴۰۹ھ، باب فی الکسب، رقم الحدیث ۲۳۰۸۳، ج ۳، ص ۵۵۳۔
- 25 الرازی، ابوالقاسم تمام بن محمد بن عبد اللہ بن جعفر الدمشقی (المتوفی ۴۱۴ھ)، الفوائد، تحقیق حمدی عبدالجید السلفی، مکتبۃ الرشید۔ الریاض، ط ۱/۱۴۱۲ھ، رقم الحدیث ۱۲۵۰، ج ۲، ص ۱۰۰۔
- 26 طبری، ابی جعفر محمد بن جریر، تاریخ طبری (اردو ترجمہ تاریخ الامم والملوک)، مترجم محمد اصغر مغل (مولانا)، انجاز احمد صدیقی (مولانا)، ج ۱ (تاریخ قبل از اسلام)، ص ۱۱۱۔
- 27 ابن سعد، الطبقات الكبرى، رقم الترجمة ۴۱۳۲، ج ۸، ص ۸۶، ابن حجر عسقلانی، الإصابة فی تمييز الصحابة، باب زینب بنت جحش، رقم الترجمة ۱۱۲۲، ج ۸، ص ۱۵۳، ابن الاثیر، أسد الغابۃ فی معرفة الصحابة، باب زینب بنت جحش رقم الترجمة ۶۹۴، ج ۶، ص ۱۲۶۔
- 28 ابن سعد، الطبقات الكبرى، باب واروی فی البیاض، ج ۱، ص ۳۵۱۔
- 29 بخاری، أبو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ (المتوفی ۲۵۶ھ)، صحیح بخاری، تحقیق محمد زہیر بن ناصر الناصر، دار طوق النجاة، ط ۱/۱۴۲۲ھ، رقم الحدیث ۱۹۵۳، ج ۷، ص ۲۷۵۔
- 30 مسلم، أبو الحسن مسلم بن الحجاج بن مسلم (المتوفی ۲۶۱ھ)، صحیح مسلم، تحقیق محمد فواد عبدالباقی، دار احیاء التراث العربی۔ بیروت، فصل النَّفَقَةِ وَالصَّدَقَةِ عَلَى الْاَقْرَبِينَ وَالرُّوْحِ وَالْاَوْلَادِ وَالْوَالِدَيْنِ، رقم الحدیث ۲۳۶۵، ج ۳، ص ۸۰۔

- 31 القزطی، أبو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن محمد (التوفی: 463ھ)، الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، تحقیق علی محمد البجاوی، دار الجلیل۔ بیروت، ط/ 1412ھ۔ 1992م، رقم الترجمة 3362، ج 3، ص 1856۔
- 32 ابن الأثیر، أبو الحسن علی بن ابی الکریم محمد بن محمد (التوفی 630ھ)، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، تحقیق علی محمد معوض، عادل أحمد عبد الموجود، دار الکتب العلمیة، ط/ 1415ھ۔ 1993م، باب خد۔ بحیث بنت خویلد، رقم الترجمة 684، ج 4، ص 80۔
- 33 ابن الأثیر، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، رقم الترجمة 229، ج 4، ص 238۔
- 34 ابن الأثیر، أبو الحسن علی بن ابی الکریم محمد بن محمد الشیبانی الجزری (التوفی 630ھ)، تحقیق علی محمد معوض۔ عادل أحمد عبد الموجود، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، رقم الترجمة 5196، ج 5، ص 293۔
- 35 ابن حجر عسقلانی، أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد (التوفی 852ھ)، الإصابة فی تمييز الصحابة، تحقیق عادل أحمد عبد الموجود، باب برة بنت غزوان، رقم الترجمة 10938، ج 8، ص 51۔
- 36 مسلم، أبو الحسن مسلم بن الحجاج بن مسلم (التوفی 261ھ)، صحیح مسلم، باب جَوَازِ خُرُوجِ الْمُعْتَدَّةِ اللَّبَائِنِ، وَالْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا فِي النَّهَارِ لِحَاجَتِهَا، رقم الحديث 1283، ج 2، ص 1121۔
- 37 بخاری، أبو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم، صحیح بخاری، باب قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى { فَإِذَا فُضِيَتْ الصَّلَاةُ فَانْتَبِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ }، رقم الحديث 886، ج 3، ص 282۔
- 38 ابن سعد، أبو عبد اللہ محمد بن سعد بن سنج الحاشی بالولاء، البصري، البغدادي (التوفی 230ھ)، الطبقات الكبرى، تحقیق محمد عبدالقادر عطاء، دار الکتب العلمیة۔ بیروت، ط/ 1410ھ۔ 1990م، رقم الترجمة 2258، ج 8، ص 233۔
- 39 ابن حجر عسقلانی، أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن أحمد (التوفی 852ھ)، الإصابة فی تمييز الصحابة، تحقیق عادل أحمد عبد الموجود، دار الکتب العلمیة۔ بیروت، ط/ 1415ھ، باب الحولاء، رقم الترجمة 310، ج 8، ص 92، ابن الأثیر، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، رقم الترجمة 282، ج 4، ص 44۔
- 40 ابن الأثیر، أبو الحسن علی بن ابی الکریم محمد بن محمد الشیبانی الجزری (التوفی 630ھ)، تحقیق علی محمد معوض۔ عادل أحمد عبد الموجود، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، دار الکتب العلمیة، ط/ 1415ھ۔ 1993م، باب مَلَکَةُ أُمِّ سَائِبٍ، رقم الترجمة 294، ج 4، ص 260۔
- 41 ابن سعد، الطبقات الكبرى، رقم الترجمة 3691، ج 8، ص 352۔
- 42 ابن الأثیر، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، باب رفيدة الانصارية، رقم الترجمة 2925، ج 4، ص 111۔
- 43 ابن سعد، الطبقات الكبرى، ج 8، ص 292۔
- 44 نفس مصدر، ج 8، ص 226۔
- 45 ابن قتیبة، أبو محمد عبد اللہ بن مسلم الدینوری (التوفی 246ھ)، عیون الأخبار، دار الکتب العلمیة۔ بیروت، ط/ 1418ھ، باب من کتاب ابي بعض السلاطين، ج 1، ص 11۔

⁴⁶ ابن کثیر، أبو الفداء اسماعیل بن عمر (المتوفی ۷۴۷ھ)، الفصول فی السیرة، تحقیق محمد العید الخضر اوی، محیی الدین مستو، مؤسسۃ علوم القرآن، ط/ ۱۴۰۳ھ، فصل غزوة الخدیجیہ، ج ۱، ص ۱۸۷۔

⁴⁷ المزنی، أبو الحجاج، یوسف بن عبد الرحمن بن یوسف (المتوفی ۴۲۲ھ)، تہذیب الکمال فی أسماء الرجال، تحقیق بشار عواد معروف، مؤسسۃ الرسالۃ۔ بیروت، ط/ ۱۴۰۱ھ۔ ۱۹۸۰ء، رقم الترجمہ ۸۶۹، باب الثمین، ج ۳۵، ص ۲۰۷۔

⁴⁸ طبری، أبو جعفر محمد بن جریر (المتوفی ۳۱۰ھ)، تاریخ الأمم والملوک، ج ۲، ص ۶۰۱۔